© rasailojaraid.com

نقش آغاز:

ملک کے موجودہ سنگین سیاسی بحران کا واحد حل

"مذاکرات" کے ساتھ "احتساب" کا اہتمام بھی

ملک کے موجودہ سنگین سیاسی بحران کے حل کے لیے حکومت اور حزب اختلاف کی مقرر کردہ مذاکراتی ٹیمیں باہمی مذاکرات میں مصروف ہیں خود وزیر اعظم بھی بذات خود بعض مذہبی اور سیاسی جماعتوں سے مذاکرات کر کے ملک کو بحران سے نجات دلانے کی پیش رفت میں لگے ہوئے ہیں چنانچہ ۲۱ جون کو وزیر اعظم کی ہدایت پر جب وفاقی وزرا جناب غلام دستگیر خان، جناب شہزادہ محی الدین اور دیگر مسلم لیگی ایم این ایز پر مشتمل ایک وفد نے مولانا سمیع الحق کے گھر آ کر ان سے ملاقات کی تو مولانا سمیع الحق نے دو ٹوک الفاظ میں ان پر واضح کیا کہ جب تک نفاذ شریعت کی پیش رفت اور شرعی قوانین کے تحفظ کی ضمانت نہیں دی جائے گی ہر قسم کے مذاکرات بے سود اور بے مقصد ہوں گے، بہر حال فریقین کے درمیان اب تک ہونے والی اس تمام تر گفتگو میں بظاہر ملکی سالمیت اور قومی اقدار کے تحفظ، سیاسی عدم استحکام کے ارتفاع اور ہچکولے کھاتی ہوئی "نیا" کو حالیہ طوفانی بھنور اور تباہ کن گرداب سے نکالنے کے لیے جو نقاط زیر بحث آتے ہیں ان میں مذاکرات کے انعقاد اور مزید اہتمام، انتخابات کا انعقاد، تاریخ کا تعین، قومی اتفاق رائے کی حکومت کا قیام، آٹھویں ترمیم سمیت آئین میں دیگر ترامیم کی تجاویز، صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن، ریفرنسز اور فوجی مقدمات کی واپسی، بعض برطرف ملازمین کی بحالی اور اس نوعیت کے دیگر امور اور ترجیحات کا تعین زیر بحث آتے رہے مذاکرات کے کئی ادوار کے باوجود بھی اخباری اطلاعات کے مطابق ابھی تک بنیادی اور اساسی مسائل پر فکر و نظر کا اختلاف پوری شدت سے برقرار ہے بلکہ بحران کی سنگینی میں مزید اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

وطن عزیز آج بھی سنگین حالات سے دوچار ہے قدرت کی دی ہوئی اس عظیم نعمت کی یوم تاسیس سے لے کر آج تک جس طرح ہم بڑی بے دردی اور ڈھٹائی سے ناقدری کر رہے ہیں اس نے ہمیں ——

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ کے چوراہے تک پہنچا دیا ہے ۔ اذا تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ و رسولہ (الآیۃ) کے بجائے ہم نے خدائے حی و قیوم کے تبلائے ہوئے راستوں کو چھوڑ کر بنی اسرائیل کی طرح اجعل لنا الٰہًا کما لھم الٰھۃ کا وطیرہ اختیار کیا اپنی امیدوں، اپنی توقعات کا مرکز، امریکہ، برطانیہ اور انگریزی سامراج کو بنایا، ملک کی نظریاتی اساس کو چھوڑ کر افتراق و انتشار کی بنیادوں کو مزید مستحکم کرنے لگے ہم اسے ایمانی رشتوں اور اسلامی بندشوں سے ہی ایک سیسہ پلائی دیوار بنا سکتے تھے مگر گذشتہ ۴۵ برس سے ہم اس ایمانی رشتہ پر کتنی کاری ضربیں لگا چکے ہیں جو آج بالآخر ظلم اور ناقدری کے فلسفہ عروج و زوال کے عین مطابق او یلبسکم شیعًا و یذیق بعضکم باس بعض کی شکل میں ہمارے سامنے ہے ۔ ع شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت ان بطش ربک لشدید ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ ولئن شکرتم لأزیدنکم مگر آہ ہماری بدنصیبی ! کہ جو سرزمین قرآن و سنت اور دین و شریعت کے لیے ایک تجربہ گاہ اور پوری دنیائے انسانیت کے لیے ایک مثالی عادلانہ ریاست بن سکتی ہے وہ ہمارے ہی مقصد فراموشیوں، کج رویوں، منافقت اور دو غلی پالیسیوں کی وجہ سے تماشا گاہ عبرت بن گئی ہے اور موجودہ سیاسی بحران بھی تو انہی ناشکریوں کا وبال ہے جو سب کے سامنے ہے ۔ ولئن کفرتم ان عذابی لشدید ۔

مروّجہ صحافت، دورِ حاضر کے دانشور، اخبارات کے کالم نگار اور سیاسی مفکرین ان حالات کے اسباب اور محرکات ظواہر میں ڈھونڈتے ہیں مگر ایک مسلمان کی نگاہ ظاہر سے زیادہ باطن پر رہنی چاہیئے ۔

مسلمان اگر اس نقطہ نظر سے تحقیق کرنا چاہیں تو قرآن مجید اور سیرت رسولؐ کے بیان کردہ فلسفہ عروج و زوال کے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی جا سکتی ہے ـــــ آزادی کے بعد افراد ہوں یا معاشرہ رعایا ہوں یا حکمران، قومیں ہوں یا قائدین، سب کا ضمیر احساس امانت سے عاری ہو گیا اور ظاہر ہے کہ اس کی زیادہ تر ذمہ داری حکومت اور سیاسی قیادت پر عائد ہوتی ہے ۔ الناس علی دین ملوکھم ۔

مذاکراتی فریقین بحران کا حل ڈھونڈ رہے ہیں جبکہ مذاکرات کی تمام روئیداد اخبارات میں منظر عام پر آ رہی ہے اس میں ملک کے نظریاتی اساس، دین اسلام، نفاذِ شریعت، اسلامی دفعات کے تحفظ، شریعت بل یا اسلامی قوانین کا کوئی ایک جزئیہ تک بھی زیر بحث نہ آ سکا ۔ بنا بریں ہم قیادت کا رونا رو رہے ہیں، مسلمان اور دیانت دار قیادت مفقود ہے، جذباتیت، بد دیانتی اور سطحیت دونوں کا شعار ہے اقتدار اور سیاسی قیادت کی ہوس رکھنے والوں نے عوام کی مجبوریوں اور ان کے جذباتی رجحانات سے فائدہ اٹھایا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور خالی میدان پر شبخون مار کر اپنی حکومت اور لیڈری و سیاست کی دوکان آراستہ کر لی اور قوم کو اس انتہا تک پہنچا دیا کہ فاوردھم النار وبئس الورد المورود ۔ اور اب جو پوری قوم عذابِ الٰہی میں مبتلا ہے یہ نااہل قیادت کا ہولناک اور فطری ردِعمل ہے اسی پس منظر میں ہم اربابِ حکومت سمیت سیاسی قیادت کی خدمت میں ایک دردمندانہ عرضداشت پیش کرتے ہیں ۔

ع شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات

اے اربابِ حل وعقد ! جب آپ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ خاتم النبیین حضرت محمدؐ کا لایا ہوا نظام اور ان کی محبت ہر مسلمان کے ایمان کا بنیادی تقاضا ہے اس کے بغیر ایمان کا تصور بھی ممکن نہیں فرمانِ نبوی "لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین ایمان کے اسی پہلو کی نشاندہی کر رہا ہے حبِ رسول علیہ التحیات والتسلیمات کا یہ عنصر ہر مسلمان کی طرح آپ کی بھی انفرادی، اجتماعی اور سیاسی زندگی کے رُخ کو متعین کرتا ہے اس کے فکر و نظر کو مخصوص سانچے میں ڈھالتا ہے اور اس کے اعمال و کردار کو خاص رنگ عطا کرتا ہے جہت کی یہ تخصیص اور روزمرہ حیات کا یہ تعین کوئی معمولی معاملہ نہیں، اس سے ہر مسلمان کی زندگی میں ایسا انقلاب برپا ہو جانا چاہیئے جو اسے دیگر ادیان کے پیروکاروں سے ممتاز بنا سکے وہ اس اہلیت کا حامل ہو کہ وہ امامتِ عالم کے مقام پر فائز ہو سکے نہ یہ کہ وہ ہر شعبۂ حیات میں دوسروں کا دستِ نگر ہو ۔ دوسری اقوام کی دریوزہ گری اس کی عادتِ ثانیہ بن جائے وہ افکار بھی دوسروں سے مستعار لے اور انہی کے افعال کی تقلید کو اپنے لیے ترقی و خوشحالی کی ضمانت قرار دے ۔

اے مقتدایانِ قوم ! امامتِ عالم کا یہ مقام جسے قرآن مجید کنتم خیر أمۃ اخرجت للناس" (تم سب سے بہتر امت ہو جسے لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے) سے تعبیر فرماتا ہے امتِ اسلامیہ کے ہر فرد پر بہت بھاری ذمہ داری عائد کرتا ہے وہ ذمہ داری جسے سختی میں ضرب المثل بننے والی پہاڑوں جیسی مخلوق نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا دراصل اس ذمہ داری کی ادائیگی بہت سے فرائض کی تکمیل کی طالب ہے ان فرائض کا تعلق زندگی کے ایک ایک لمحے اور ایک ایک زاویے سے ہے ۔ انفرادی و اجتماعی پہلو سے بھی، شخصی احوال و عائلی معاملات سے بھی ۔ یہ فرائض سیاسی امور سے متعلق بھی ہیں اور اقتصادی مسائل سے بھی، ان کا دائرہ کار معاشرت کا احاطہ بھی کرتا ہے اور تہذیب و تمدن کا بھی ۔ ان میں سے کسی شعبے میں بھی نبویؐ تعلیمات اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے اعراض کی راہ اپنانا حبِ نبوی کی نفی ہی نہیں اپنے آپ کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فردِ جرم میں نامزد کروانے کی مترادف بھی ہے جو قیامت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے روز بارگاہِ خداوندی میں پیش کی جائے گی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہی امت کے بارے میں آقا و مالک کے حضور یہ استغاثہ دائر کریں گے ۔

یٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔ (الفرقان ۳۰) — اے میرے پروردگار! میری اس قوم نے قرآن مجید کو چھوڑ رکھا تھا ۔

اے رہنمایانِ ملت! اس فردِ جرم کی روشنی میں ہم اسلامیانِ پاکستان کو اپنے موجودہ طرزِ عمل اور اپنے اعمال و کردار اور ملاقات و مذاکرات کے ایجنڈے اور ترجیحات کا محاسبہ کرتے ہوئے یہ تجزیہ کر لینا چاہیئے کہ کیا ہم تو اس کی زد میں نہیں آ رہے ! کیا ہم اپنے افعال و اعمال اپنے کردار اور اپنے افکار و نظریات کے ذریعے اپنے لیے اللہ تعالیٰ اور ان کے رسولؐ کے غضب کو یقینی تو نہیں بنا رہے ! آیئے اسلامی تعلیمات کے حوالے سے احتسابی نظر اپنے روز مرّہ پر بھی ڈال لیں ۔

انفرادی طرزِ عمل اور رجحانات اگرچہ کسی بھی معاشرے کی ہیئت اجتماعی کی تشکیل و تعیین میں اساسی کردار ادا کرتے ہیں اور ان کا احتسابی تجزیہ بھی اقوام کے اجتماعی رویوں کو صحیح طریقہ پر پرکھنے کے لیے ضروری ہے، لیکن یہ امر بھی شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ انفرادی معاملات و امور میں اپنایا جانے والا طرزِ عمل اجتماعی زندگی کے لیے اتنا خطرناک نہیں ہوتا کہ اس سے پورے معاشرے کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ جائے البتہ اجتماعی معاملات و مسائل میں کسی معمولی سی غلطی کا ارتکاب بھی بعض اوقات عروج کو زوال سے بدل دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ ؎

قدرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے لیکن
کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو کبھی معاف

سید المرسلینؐ کا استغاثہ بھی انفرادی نوعیت کا حامل نہیں بلکہ اجتماعی کوتاہیوں اور جرائم کی نشاندہی کرتا ہے اسی لیے اس فردِ جرم میں "قوم" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ۔

جب ہم اس فردِ جرم کے حوالے سے اپنے اجتماعی جرائم پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ اولاً ہم نے اپنے محبوب نبیؐ کے لائے ہوئے دین کو اپنے لیے جامع ضابطۂ حیات تسلیم نہ کر کے محبت نبویؐ کی نفی کی ہے کہ مذاکرات کے پورے ایجنڈے میں اس کے تحفظ و نفاذ کا کوئی ذکر نہیں اس طرح الٰہی ہدایات و احکامات اور نبوی تعلیمات سے روگردانی کی ہے اقتدار کے ایوانوں میں بھی اور سیاست کے بازاروں میں بھی ۔ ہم نے کبھی بھی اپنے قلوب و اذہان میں اس یقین راسخ کو اپنی جگہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنانے کی اجازت ہی نہیں دی کہ "دین کامل" میں ہمارے لیے ایسا نظام بھی موجود ہے جو ہماری اجتماعی زندگی کے سب سے اہم مظہر کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استوار کر کے اسلامی قالب میں ڈھال سکے۔ اور نہ ہی اب تو دکھلاوے کے لیے بھی مذاکرات میں اس کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا ہے

کبھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

ہم اپنے سیاسی نظام کے لیے اغیار کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے رہے بعض فکری تلاش مشرق کے اشتراکی نظام میں پناہ گاہ تلاش کرتے رہے تو بہت سے ذہنی اپاہج مغربی جمہوریت کے "سایہ عاطفت" کو ہی اپنے لیے فلاح دارین کی اساس سمجھنے لگے ہمارے سیاستدان خواہ وہ سیکولر ہوں یا اسلام پسند، مولوی نما سیاستدان ہوں یا سیاستدان نما مولوی، سبھی نے فکری غلامی کو اس قوم کا مقدر بنا دیا ہے انہوں نے نہ صرف اپنی فکر کو رہنِ غیر کر دیا بلکہ قوم کے نظریے کو بھی بکاؤ مال بنا دیا ہے ۔ یوں من حیث القوم ہم اسی اساسی نکتہ پر اپنے خدا سے بدعہدی کے مجرم بن رہے ہیں ہم نے امت مسلمہ کی آئیڈیل ہستی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وضع کردہ سیاسی اصولوں، اساسیات اور بحرانوں کے حل نظام سے انحراف کر کے اپنے آپ کو اس استغاثہ میں نامزد کروانے کی خوفناک جسارت اور مہلک غلطی کا ارتکاب کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

ثانیاً: اسلام ایک ہی دین کے نام لیواؤں میں وحدت و اخوت اور محبت و خلوص کے جذبات پروان چڑھاتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو انصار و مہاجرین کے درمیان "مواخات" (بھائی چارے) کی عدیم النظیر مثال قائم کر کے اسلامی معاشرے کو امن و سکون کا گہوارہ بنا دیتے ہیں لیکن ہم ہیں کہ اسوۂ حسنہ کے اس روشن مظاہر سے کو طاقِ نسیان پر رکھ کر نسلی و لسانی اور علاقائی عصبیتوں کی آبیاری کر رہے ہیں، باہمی اخوت کے بجائے نفرتوں اور دشمنیوں کو گہرا کرتے جا رہے ہیں۔ سندھی، بلوچی، پٹھان، پنجابی اور مہاجر کے نام پر آفاقیت کی علمبردار امت کو "زمین کے بیٹے" کے گھٹیا ترین حیوانی تصور کا علمبردار بنایا جا رہا ہے موجودہ سیاسی قیادت اس میں پیش پیش ہے اسی کی بنیاد پر ایک دوسرے کا خون بہایا جا رہا ہے۔

ثالثاً، ہم نے اپنی تہذیب و تمدن اور اسلامی طرز معاشرت کو ترک کر کے دشمنان اسلام کی تہذیب و معاشرت کو اپنانا شروع کر دیا نبی اکرم علیہ التحیات والتسلیمات نے اپنی امت کو جو امتیازی معاشرتی و تمدنی اصول و ضوابط عطا کیے تھے ہم نے انہیں اپنے رہن سہن کا حصہ بنانے کی بجائے دوسری اقوام کے طرز بود و باش کو اختیار کیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تنبیہی حکم "من تشبہ بقوم فھو منھم" (جس کسی نے بھی کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے) کی مخالفت کر کے ہم نے ایک طرف حب نبوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اور دوسری جانب اپنی اسلامیت کو مشکوک بنا دیا ــ ہمارا یہ باغیانہ طرزِ عمل اب تو بہت ہی زور شور سے جاری ہے۔

رابعًا : ہم نے اپنی اقتصادیات کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنے کی اوّلاً تو کوشش ہی نہیں کی اور اگر کی بھی تو سود کے خاتمے کی بجائے اس کی از سرِ نو ترویج کے اقدامات، ہمارے حبِ نبوی ؐ کے دعووں کا منہ چڑا رہے ہیں اور ہمیں سب سے برتر اعظم ذات کے بالمقابل جنگ کی حالت میں لا رہے ہیں ۔

ہماری زندگی کے دیگر شعبوں کی حالت بھی متذکرہ بالا پہلوؤں سے مختلف نہیں ہم نے ہر جگہ دانستہ یا نادانستہ اپنے عمل سے اپنے حبِ نبوی ؐ کے دعووں کے برعکس رویہ اپنایا ہے ۔

ع یہ مسلماں ہیں ! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اگر ہماری اسلام پسندی اور مسلمانی کے مظاہر جلسے، جلوس اور زبانی خراجِ عقیدت تک ہی محدود رہیں گے اور ہمارا قومی اور سیاسی طرزِ عمل اور بحرانوں کے حل کی گتھیاں سلجھانے کا وطیرہ قرآنی احکامات و تعلیمات سے بغاوت کا آئینہ دار ہی بنا رہے گا تو روزِ محشر نبوی ؐ فردِ جرم سے بچنا ہمارے لیے محال ہے اب جو بھی لمحات ہمیں میسر ہیں ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں اپنے انفرادی و اجتماعی رویوں کی اصلاح کر کے ، اللہ کے رنگ "کو اپنا لینا چاہیئے وگرنہ مہلت ختم ہو گئی تو" خسر الدنیا والآخرۃ " (دنیا و آخرت کے خسارے) کے سوا اور کچھ ہمارے ہاتھ نہ آسکے گا ۔ خدا کرے ! ہم اس تباہی و ہلاکت سے بچنے کا کوئی اہتمام اپنی حیات مستعار ہیں کر گزریں ۔ آمین

عبدالقیوم حقانی

© rasailojaraid.com